خطبۂ صدارت

برائے

اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

منعقدہ ۹، ۱۰؍ اکتوبر ۱۹۹۳ء بمقام جے پور

از

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ آفس لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

۱۴۱۴ھ — ۱۹۹۳ء

کتابت ———— ظہیر احمد کاکوروی

طباعت ———— لکھنؤ پبلشنگ ہاؤس (آفسٹ)

صفحات ———— ۲۴

باہتمام

محمد غیاث الدین ندوی

طابع وناشر

کیمپ آفس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ لکھنؤ

(پوسٹ بکس ۹۳، ندوۃ العلماء)

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ أجمعین ومن تبعهم بإحسان ودعا بدعوتهم إلی یوم الدین

حضرات!

میں آپ سب حضرات کا خیر مقدم کرتے ہوئے جو ہندوستان میں امتِ مسلمہ اور شریعتِ اسلامی کے مختلف میدانوں میں اور مختلف سطح اور متفاوت درجات کے ساتھ نمائندگی کرتے ہیں، اور توفیقِ الٰہی کے مطابق دین اور علم کی اشاعت اور شریعت کی حمایت اور دفاع میں مشغول ہیں، اپنے اس احساس واعتراف اور تأثر کو چھپا نہیں سکتا کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاسِ عام صحیح وقت کے ساتھ ایک مناسب، موزوں اور تاریخی ودینی اور شرعی اہمیت کے حامل مقام (جے پور) میں ہو رہا ہے، اس لئے کہ اس تاریخی شہر کے کچھ فاصلہ پر وہ شہر (ٹونک) واقع ہے جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ تیرہویں صدی ہجری کے وسط میں وہاں شہادت گاہِ بالاکوٹ سے حامیانِ شریعت اور فدایانِ ملت کا وہ قافلہ منتقل ہوا

جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے شہادت فی سبیل اللہ کے بجائے شہادت بالحق اور حمایت واشاعتِ شریعت کی سعادت مُقدّر فرمائی تھی۔

میری مراد تیرہویں صدی ہجری کے مجدّد اور مجاہد اعظم حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی کے متعلقین اور افراد خاندان کا وہ مجموعہ ہے جو ان کے ہم رکاب اور ان کا ہم سفر تھا، نیز رفقائے سفر ہجرت وجہاد کے وہ عالی حوصلہ، قویّ الایمان اور باحمیّت افراد جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے شہادتِ جسمانی کے بجائے شہادتِ ایمانی ولسانی اور شرعی ودینی زندگی کا عملی نمونہ دکھانے اور اس کو برت کر بتانے کی سعادت اور امکان کو ترجیح دی تھی اور جو اس آیت کی تفسیر ہے:۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا	مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ
مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ج	جو اقرار انھوں نے خدا سے کیا تھا
فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ	اس کو سچ کر دکھایا، تو ان میں سے
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ صلے	بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے
وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝	فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں جو
(سورۃ الاحزاب۔ ۲۳)	انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے
	(اپنے قول) کو ذرا بھی نہیں بدلا۔

یہ قافلہ ٹونک کے قویّ الایمان، صاحبِ حمیّت وحمایت اسلامی متشرّع والی ریاست نواب وزیر الدولہ مرحوم (متوفی ۱۲۸۱ھ۔ ۱۸۶۴ء) جو سید صاحب کے مرید با اخلاص اور مُحبِّ با اختصاص تھے کی دعوت ہی نہیں بلکہ اصرار اور

www.abulhasanalinadwi.org

خوشامد پر ٹونک منتقل ہوا، جس کا بحیثیت ریاست کے کچھ ہی عرصہ پہلے قیام ہوا تھا، اور انھوں نے شہر کے جس حصّہ میں قیام اختیار کیا اس کا نام ہی ان کی رعایت سے "قافلہ" پڑ گیا، اور آج بھی وہ اسی نام سے مشہور ہے۔

ان بقیّۃ السّیف اور بقیّۃ السلف مہاجرین و مجاہدین کی جنھوں نے ٹونک میں قیام اختیار کیا یہ خصوصیت تھی کہ وہ عقائد و فرائض و عبادات ہی نہیں، عادات و اخلاق و معاملات، شادی و غمی کی تقریبات اور روزمرّہ کی زندگی میں بھی متّبع شریعت اور عامل بالسنّت تھے، اور ان رسوم و عادات سے جو غیر مسلموں کے اختلاط اور دین و شریعت سے ناواقفیت یا قدیم رسوم کی پابندی کی وجہ سے ہندوستان کے عام مسلمانوں میں رواج پکڑ چکی تھیں، اور انھوں نے اکثر مقامات پر شریعت کی جگہ لے لی تھی، نہ صرف محفوظ بلکہ بیزار و باغی تھے، اور ان کی زندگی اپنے پورے لوازم و تنوّعات کے ساتھ عہد سلف کی یاد تازہ کرتی تھی، اور یہ نتیجہ تھا، حضرات شہیدین (حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ) کی صحبت و تربیت کا۔

پھر اس ریاست کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ وہاں روزِ اوّل سے ریاستوں کے اِلغا و منسوخی کے آخری دن تک عدالتیں شریعت کے مطابق فیصلہ کرتی تھیں، اور وہاں شرعی قانون ہی نافذ تھا، جس کے ترجمان و شارح اور اس کی تنفیذ و اجراء کا کام کرنے والے جیّد علماء، فقہاء و محدّثین تھے۔

اس قربِ مکانی اور قابلِ فخر جوار کا لحاظ کرتے اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علّامہ اقبالؔ کا یہ شعر پڑھنا ہر طرح موزوں اور برمحل معلوم ہوتا ہے ؎

www.abulhasanalinadwi.org

آگ بجھی ہوئی اِدھر ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر
کیا خبر اس اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

اس قُربِ مکانی اور اس پس منظر کے علاوہ یہ بھی اس اجلاس کے برمحل اور برموقع ہونے کی ایک دلیل اور فالِ نیک ہے کہ یہ اجلاس پہلی مرتبہ اس سرزمین پر ہو رہا ہے، جس کو اسلام کے اس مقبول، مؤثّر اور عہد آفریں و تاریخ ساز داعی اور مُربّیِ روحانی کے مرقد بننے کا شرف حاصل ہے جس کو ہندوستان کے ایمانی و روحانی فاتح کا لقب دیا جا سکتا ہے، اور جس نے ہندوستان کی زمین، علاقے اور ملک کو اسلام کی تحویل میں لینے کے بجائے اس کا دل جیت لیا اور اس کے عقیدے، معاشرہ اور اخلاق پر سب سے زیادہ گہرا اثر ڈالا، اور اسلامی فتوحات کو حقیقی طور پر مؤثر، عمیق اور دائمی بنایا، میری مراد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی ذات والاصفات سے ہے جن کا مرقد مبارک اس راجپوتانہ کی سرزمین کے ایک شہر اجمیر میں واقع ہے ؎

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

سامعین کرام و حاضرین ذوی الاحترام! اب میں اصل موضوع پر آتے ہوئے پہلے یہ عرض کروں گا کہ اسلام، اور دوسرے مذاہب، معاشروں اور نظامہائے زندگی کا ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلام میں ازدواجی زندگی، مرد و عورت کا تعلق اور عائلی (PERSONAL) رفاقت اور اس کی ذمّہ داریاں، ان کے باہمی حقوق و فرائض، مذہبِ آسمانی اور شریعتِ خداوندی کا ایک شعبہ اور

www.abulhasanalinadwi.org

دین کا ایک جزء ہے، جس کے لئے آسمانی ہدایات، شرعی قوانین اور سنّتِ رسولؐ رہنما اور نمونہ ہے، جب کہ دوسرے مذاہب اور دنیا کے معاشروں اور تمدنوں میں وہ زندگی کی ایک ضرورت، ایک انسانی، نسلی اور تمدّنی، کبھی اختیاری اور کبھی اضطراری اور کبھی (مجھے معاف کیا جائے) تفریحی والتذاذی ضرورت ہے، اس بارہ میں اسلام کے امتیاز کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس کے صحیفۂ آسمانی میں طبقۂ اناث اور صنفِ ازواج کو ایک احسان اور مردوں کے لئے ذریعۂ سکون اور مستحق مودّت و رحمت قرار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ	اور اس کے نشانات (اور تصرّفات)
مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا	میں سے ہے اس نے تمہارے لئے
لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ	تمہارے ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں
بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ط	تاکہ ان کی طرف (مائل ہوکر) آرام
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ	حاصل کرو اور تم میں محبت و مہربانی
یَّتَفَکَّرُوْنَ ؀	پیدا کردی، جو لوگ غور کرتے ہیں
(سورۃ الروم ـ ۲۱)	ان کے لئے ان باتوں میں (بہت سی)
	نشانیاں ہیں۔

پھر اس حقیقتِ خلقت اور مظہرِ رحمت کے آسمانی اعلان کے ساتھ جس کا تعلق طبقۂ اناث اور ازدواجی زندگی سے ہے نسل انسانی کے رہبرِ اعظم اور اُسوۂ اعلیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات اور آپ کی سیرت و نمونہ ہے، جس سے ازدواجی اور عائلی زندگی کے گزارنے کے لئے ہدایات ملتی ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

اور رفیقۂ حیات کا درجہ اور اس کا حق معلوم ہوتا ہے، اس سلسلہ میں چند احادیث پر اکتفا کی جاتی ہے:۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: خیرکم خیرکم لأھلہ وأنا خیرکم لأھلی۔[1]

(حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم میں سب سے بہتر ہوں)

سیرت اور اُسوۂ نبوی سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے کسی کو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر شفیق ورحیم نہیں دیکھا"۔[2]

عمرو بن الاحوص جوشمی روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حجۃ الوداع کے موقع پر سنا کہ آپ نے خطبہ میں حمد وثنا اور تذکیر ونصیحت کے بعد فرمایا کہ "عورتوں کے ساتھ اچھا معاملہ رکھو اس لئے کہ وہ تمھاری زندگی میں تمھاری معاون اور رفیقۂ حیات ہیں، ان کا حق ہے، تم ان کو اچھا کھلاؤ اچھا پہناؤ"۔[3]

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

---

[1] ابن ماجہ باب حسن معاشرۃ النساء [2] مسند امام احمد وصحیح مسلم۔
[3] ترمذی شریف (حدیث حسن صحیح)

www.abulhasanalinadwi.org

"اہلِ ایمان میں سب سے زیادہ کامل الایمان وہ ہے جو سب سے زیادہ خوش خُلق ہو اور تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں، جو اپنی بیویوں کے لئے سب سے بہتر ہوں"۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دنیا ایک گزارہ کی چیز ہے اور اس کی سب سے بڑی دولت نیک بی بی ہے"۔[۱]

اس ازدواجی تعلق کی اہمیت کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خطبۂ نکاح سے ہوتا ہے جس میں سورۂ نساء کی پہلی آیت پڑھی گئی، اس میں نسلِ انسانی کے آغاز کا تذکرہ ہے، جو اس مبارک موقع پر نہایت مناسب اور فالِ نیک ہے کہ حضرت آدمؑ کی ایک اکیلی ہستی تھی اور ایک رفیقۂ حیات جن سے اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی کی تخلیق کی اور اس نے روئے زمین کو بھر دیا، اللہ تعالیٰ نے ان دو ہستیوں میں ایسی محبّت و اُلفت اور ان کی رفاقت میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ آج دنیا اس کی گواہی دے رہی ہے، تو خدا کے لئے کیا مشکل ہے کہ ان دو ہستیوں سے جو آج مل رہی ہیں، ایک کنبہ کو آباد اور ایک خاندان کو شادو بامراد کردے؟ پھر فرماتا ہے کہ اپنے اس پروردگار سے شرم کرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ساری زندگی سوالات کا مظہر اور نمونہ ہے، یہی متمدّن زندگی کا خاصّہ ہے، یہ عقد اور نکاح کیا ہے؟ یہ بھی ایک مہذّب اور مبارک سوال ہے، ایک شریف خاندان نے ایک دوسرے شریف خاندان سے سوال کیا کہ ہمارے نورِ عین اور لختِ جگر کو

---

[۱] صحیح مسلم، حقوقِ زوجین کے بارہ میں مذاہب اور اخلاقیات کے تقابلی مطالعہ کے لئے ملاحظہ ہو، سیرۃ النبی جلد ششم تالیف علامہ سید سلیمان ندویؒ کا عنوان "حقوقِ زوجین" ص ۲۴۸ تا ۲۶۴

www.abulhasanalinadwi.org

رفیقۂ حیات کی ضرورت ہے، اس کی زندگی نامکمل ہے اس کی تکمیل کیجئے، دوسرے شریف خاندان نے اس سوال کو خوشی سے قبول کیا، پھر وہ دونوں اللہ کا نام بیچ میں لا کر ایک دوسرے سے مل گئے اور دو ہستیاں جو کل تک ایک دوسرے سے سب سے زیادہ بیگانہ، سب سے زیادہ اجنبی اور سب سے زیادہ دور تھیں، وہ ایسی قریب اور یگانہ بن گئیں کہ ان سے بڑھ کر یگانگت اور قرب کا تصوّر بھی نہیں ہو سکتا، ایک کی قسمت دوسرے سے وابستہ اور ایک کا لطف و انبساط دوسرے پر منحصر ہو گیا، یہ سب اللہ کے نام کا کرشمہ ہے جس نے حرام کو حلال، ناجائز کو جائز، غفلت و معصیت کو طاعت و عبادت بنا دیا اور زندگیوں میں انقلاب عظیم برپا کر دیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب اس نام کی لاج رکھنا، بڑی خود غرضی کی بات ہوگی کہ تم یہ نام درمیان میں لا کر اپنی غرض پوری کر لو اور کام نکال لو، پھر اس پرعظمت نام کو صاف بھول جاؤ، اور زندگی میں اس کے مطالبات پورے نہ کرو، پھر فرمایا کہ ہاں رشتوں کا بھی خیال رکھنا، اس رشتہ سے قدیم رشتوں کا دَور اور ان کے حقوق ختم نہیں ہو جاتے اور اگر کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ ایسی باتوں کی کون نگرانی کرے گا، اور کون ہمیشہ ساتھ رہے گا، تو فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۝[1] اللہ تعالیٰ دائمی نگراں اور محاسب ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو سورۂ نساء کی پہلی آیت، پورے خطبہ کی تشریح اور اس کے نکات و حقائق کے لئے ملاحظہ ہو خاکسار کی کتاب "ہندوستانی مسلمان ایک نظر میں" صفحہ تا ۸۲ شائع کردہ "مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ۔"

اس کے برخلاف مختلف قدیم مذاہب اور قدیم وجدید تہذیبوں میں عورت کو کیا درجہ اور کیا حقوق دیے گئے ہیں، اس سے واقفیت کے لئے وسیع النظری اور ہمت ومحنت کے ساتھ مذاہب اور تہذیبوں کے بارہ میں تقابلی مطالعہ کی ضرورت ہے۔[1]

اب یہاں پہنچ کر ہم اسلام کے عائلی قانون اور حقوق زوجین کے بارہ میں چند غیر مسلم فضلاء اور ماہرین قانون کے اعترافات اور تصریحات پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ بعض مسلم مکاتب خیال اور ناعاقبت اندیش مسلمان اہلِ قلم کی تحریروں اور اعلانات سے ہندی وانگریزی پریس میں اسلام کا عائلی قانون اور اس کا ازدواجی نظام، اور اسلام میں رفیقۂ حیات ہی نہیں عورت کا درجہ طنز واعتراض اور تحقیر وتضحیک کا موضوع بن گیا۔

ہم یہاں تین چار شہادتوں پر اکتفا کرتے ہیں، ان میں سے ایک شہادت ایک مغربی فاضلہ کی ہے، جو ہندوستان میں ایک تربیتی واصلاحی تحریک کی قائد رہی ہیں، اور انھوں نے ہندوستان کی تحریک آزادی میں بھی حصہ لیا تھا، ہماری مراد مسز اینی بسنت (MRS. ANNIE BESANT) سے ہے، وہ کہتی ہیں:-

"ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ عورتوں کے متعلق اسلام کے قوانین ابھی حالیہ زمانہ تک انگلینڈ میں اپنائے جا رہے تھے، یہ سب سے

---

[1] نمونہ کے طور پر ڈاکٹر مصطفی السباعی کی کتاب "المرأة بين الفقه والقانون" طبع پنجم، المکتب الاسلامی بیروت ودمشق، ص۱۳-۲۲ اور اس کا عنوان "المرأة في الحضارة الغربية" ص۲۶۸-۲۷۸ ملاحظہ ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

منصفانہ قانون تھا، جو دنیا میں پایا جاتا تھا، جائداد، وراثت کے حقوق اور طلاق کے معاملات میں یہ مغرب سے کہیں آگے تھا، اور عورتوں کے حقوق کا محافظ تھا، یک زوجگی اور تعدّد ازواج کے الفاظ نے لوگوں کو مسحور کر دیا ہے اور وہ مغرب میں عورت کی اس ذلّت پر نظر نہیں ڈالنا چاہتے جسے اس کے اوّلین محافظ سڑکوں پر صرف اس لئے پھینک دیتے ہیں کہ ان سے ان کا دل بھر جاتا ہے اور پھر ان کی کوئی مدد نہیں کرتا۔"[1]

مسٹر (N.J. COULSON) لکھتے ہیں :-

"بلاشبہ عورتوں کی حیثیت کے بارہ میں خاص طور پر شادی شدہ عورتوں کے معاملہ میں قرآنی قوانین افضلیت کا مقام رکھتے ہیں، نکاح اور طلاق کے قوانین کثیر تعداد میں ہیں جن کا عمومی مقصد عورتوں کی حیثیت میں بہتری لانا ہے اور وہ عربوں کے قوانین میں انقلاب انگیز تبدیلی کے مظہر ہیں.......
اسے قانونی شخصیت عطا کی گئی جو اس سے پہلے حاصل نہیں تھی، طلاق کے قوانین میں قرآن نے سب سے بڑی تبدیلی جو کی ہے وہ عدّت کو اس میں شامل کرنا ہے۔"[2]

---

[1] (ANNIE BESANT, THE LIFE AND TEACHING OF MOHAMMAD, MADRAS - 1932 - P. 3)

[2] (N.J. COULSON ISLAMIC SURVEYS : A HISTORY OF ISLAMIC LAW) (EDINBURG 1971 - P. 14)

www.abulhasanalinadwi.org

مذاہب و اخلاق کے انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے :۔

"پیغمبر اسلام نے یقیناً عورت کا درجہ اس سے زیادہ بلند کیا جو اسے قدیم عرب میں حاصل تھا، خصوصی طور پر عورت متوفی شوہر کے ترکہ کا جانور نہیں رہی بلکہ خود ترکہ پانے کی حقدار ہوگئی اور ایک آزاد فرد کی طرح اسے دوبارہ شادی پر مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا، طلاق کی حالت میں شوہر پر یہ واجب ہوگیا کہ اسے وہ سب چیزیں دے دے جو اسے شادی کے وقت ملی تھیں۔

اس کے علاوہ اعلیٰ طبقہ کی خواتین علوم و شاعری سے دلچسپی لینے لگیں اور کچھ نے استاد کی حیثیت سے بھی کام کیا، طبقۂ عوام کی عورتیں اپنے گھر کی مالکہ کی حیثیت سے اپنے خاوندوں کی خوشی اور غم میں شریک ہونے لگیں، ماں کی عزت کی جانے لگی"۔[1]

تقابلی قوانین کی بین الاقوامی کانفرنس (INTERNATIONAL CONFERENCE ON COMPARATIVE LAW) منعقدہ پیرس کی ایشیائی قوانین کے مطالعہ کی شاخ (BRANCH OF ORIENTAL STUDIES) نے جس میں مغرب و مشرق کے فضلاء قانون شریک تھے رزولیوشن مورخہ ۷ جولائی ۱۹۵۱ء میں کہا ہے: "اسلامی قوانین پر ہفتہ بھر چلنے والے مباحثوں سے مندوبین کے سامنے یہ بات ابھر کر آئی کہ اسلامی قوانین کے اصولوں کی افادیت میں کوئی شبہ نہیں ہے قانون کی اس عظیم شاخ

---

[1] (ENCYCLOPEDIA OF RELIGION AND ETHICS, NEWYORK, 1912) VOL. V, P. 271)

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں وہ تمام اصول وطریقۂ کار موجود ہیں جو اسے جدید زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کا اہل بناتے ہیں۔[1]

حضرات!

یہ واقعہ ہے کہ ملک کے عام باشندوں اور خاص طور پر اخبار بینوں اور ملک میں پیش آنے والی تحریکوں اور سرگرمیوں پر نظر رکھنے والوں کو معلوم ہے کہ جب سپریم کورٹ کے فیصلہ کے خلاف جس میں مُطلّقہ کو حین حیات نفقہ دلانے کا فیصلہ کیا گیا تھا، مسلم پرسنل لا بورڈ کا قیام عمل میں آیا اور اس کے ایما اور ہدایت پر وہ ملک گیر تحریک چلی جس کی اپنی عمومیت، باہوش جوش اور سنجیدگی اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں، تنظیموں اور مکاتبِ خیال کے اتحاد و تعاون میں تحریکِ خلافت کے علاوہ اور اس کے بعد کوئی نظیر نہیں ملتی، تو ہندوستان کے غیر مسلم صحافیوں، دانشوروں اور عوام کی طرف سے ایک ایسے ردّ عمل، جوش و نفرت اور خوف و ہراس کا مظاہرہ ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید اس ملک پر کوئی غیر ملکی طاقت حملہ کرنے والی ہے یا بجلی گرنے والی ہے یا زلزلہ آنے والا ہے، حالانکہ یہ اس حقیقت پسندی اور اس احساس تناسب (SENSE OF PROPORTION) کے خلاف ہے جس پر زندگی کا نظام چل رہا ہے، مسئلہ جس نسبت سے توجہ، فکر و پریشانی کا مستحق ہے اسی نسبت سے اس کی طرف توجہ اور اس میں توانائی صرف کرنے کی ضرورت ہے، رائی کا پربت بنانا نہ عقل سلیم کا تقاضا ہے نہ عقل عملی

---

[1] ISLAMIC STUDIES QUARTERLY, VOL. XXIII, NO 4

(PRACTICAL WISDOM) کا، سب کو معلوم ہے کہ اس ملک میں مطلوبہ جہیز نہ لانے پر دُلہنیں اور معصوم لڑکیاں جلادی جاتی ہیں، ملک میں سیکڑوں واقعات پیش آتے ہیں، نیشنل پریس کے ایک صحیفہ "قومی آواز" دہلی ۱۰ر جون ۱۹۸۴ء کے بیان کے مطابق "صرف دہلی میں ہر بارہ ۱۲ گھنٹہ پر ایک نئی بیاہی دلہن کو جلاکر مار ڈالا جاتا ہے" پھر اس سرزمین پر جہاں ہم آپ اس وقت جمع ہیں، مختلف اطراف میں ستی کی رسم اب بھی جاری ہے، اور اس کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، ایسی صورت میں کیا احساس تناسب، عقلِ سلیم اور انسانی ہمدردی بلکہ اپنے فرقہ سے محبت کا تقاضا یہ نہیں تھا کہ ان مظالم کی طرف توجہ اس سے کہیں زیادہ کی جائے جو مسلمانوں کے اپنے اسلامی عائلی قانون کے تحفّظ کے مطالبہ اور یونی فارم سیول کوڈ کی مخالفت میں کی جارہی ہے جس سے ملک میں حقیقی اتحاد پیدا ہونے کی امید رکھنا محض خوش فہمی اور دنیا کے واقعات سے اور دو گذشتہ جنگ عظیم سے سبق لینے کے مخالف ہے، جو ایک ہی عائلی قانون اور سول کوڈ کی ماننے والی دو پروٹسٹنٹ عیسائی قوموں اور ملکوں کے درمیان ہوئی۔

پھر یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے تھا کہ اسلام اور مسلمانوں میں عورت کی شادی ہو جانے کے بعد وہ اپنے خاندان، والدین اور بھائیوں سے کٹ نہیں جاتی، اور مسلمان مُطلّقہ خاتون طلاق کے بعد بکسر لاوارث اور بھیک مانگنے یا زندگی کا خاتمہ کرنے پر مجبور نہیں ہوتی، نکاح اور طلاق دونوں حالتوں میں وہ خاندان کے ایک فرد، ماں باپ (اگر وہ زندہ ہیں) کی بیٹی اور بھائی بہنوں کی

www.abulhasanalinadwi.org

بہن ہوتی ہے، وہ ترکہ (HERITAGE) اور جائداد میں اس پورے حصہ کی مستحق ہوتی ہے، جو شریعتِ اسلامی نے مقرر کر دیا ہے، اور جس کا قرآن مجید میں ذکر اور اس کے دینے کی تاکید ہے۔

اس کے برخلاف ہندو معاشرہ اور سماج میں عورت شادی کے بعد اپنے خاندان، ماں، باپ، بھائی بہنوں سے کٹ جاتی ہے، اس کی کفالت کی ذمہ داری سرتاسر شوہر پر عائد ہوتی ہے، اور شوہر کے انتقال پر عورت بالکل لاوارث اور تنہا ہو جاتی ہے اسی صورتِ حال اور رواج نے قدیم زمانہ میں (جس کی تاریخی تحدید مشکل ہے) خواتین کے طبقہ کو جو بیوگی کی زندگی گزارنے پر مجبور تھا، ستی کی رسم کی طرف مائل کیا جو اس کس مپرسی اور لاوارثیت سے نجات پانے کا واحد راستہ نظر آتا تھا۔

حضرات!

سپریم کورٹ کے فیصلہ کی منسوخی (جس میں مطلّقہ کو حینِ حیات نفقہ دینے کو لازم قرار دیا گیا تھا) اور پارلیمنٹ میں اس کے خلاف ممتاز تاریخی غیر معمولی اکثریت کے ساتھ پرسنل لا بورڈ کے مطالبہ اور مسلمانوں کی رائے عامہ کے مطابق بل پاس ہو جانے کا جو تاریخ ساز اور یادگار واقعہ پیش آیا اور جس میں مسلم پرسنل لا بورڈ کو کھلی کامیابی ہوئی، اس کے بعد بھی مسلم پرسنل لا بورڈ کا (اور حقیقتاً شریعتِ اسلامی کی حفاظت و حمایت کرنے والوں اور مسلمانوں کے عائلی قانون (پرسنل لا) کے باقی رہنے کی جدّ و جہد کرنے والوں کا کام ختم نہیں ہوا بقول شاعر ؎

مکتبِ عشق کا دیکھا یہ نرالا دستور اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا

www.abulhasanalinadwi.org

اس کے بعد ایک اہم مرحلہ تو یہ ہے جو بورڈ کی توجہ کا موضوع اور حقائق و واقعات کا فطری تقاضا کہ بل کے پارلیمنٹ سے پاس ہو جانے کے بعد بھی ہندوستان کی بعض ریاستوں اور بعض مقامات کی عدالتیں سپریم کورٹ کے سابقہ فیصلہ کے مطابق مُطلّقہ کو حین حیات نفقہ دینے کے حق میں فیصلہ کر رہی ہیں، جو صریح قانونی تضاد بلکہ حقیقتاً ایک منظور شدہ قانون سے بغاوت کے مرادف ہے، جو مرکزی حکومت کا پاس کیا ہوا ہے اور واجب العمل ہے، اس کے لئے بورڈ کی مجلس منتظمہ اور اس کے قانون داں ارکان اور وکلاء کوشش کر رہے ہیں اور اس سلسلہ میں مقدمات بھی دائر ہوئے ہیں یہ مرکزی حکومت کا فرض تھا اور ہے کہ وہ اپنے وزیر قانون کے ذریعہ یا اپنے اختیارات سے اس سلسلہ کو بند کرائے، اس سلسلہ میں بورڈ کے ایک وفد نے سابق وزیر اعظم وی پی سنگھ جی سے ملاقات بھی کی تھی اور ان کی توجہ مبذول کرائی تھی اور انھوں نے اس کا وعدہ بھی کیا تھا، لیکن نہ ان کے عہد حکومت میں اس پر کوئی توجہ دی جا سکی اور نہ بعد کی حکومتوں کو اپنی اس ذمّہ داری کا احساس ہوتا ہے اور اس میں مرکزی حکومت کی اہانت محسوس ہوتی ہے، ضرورت ہے کہ پوری توجہ اور تنظیم و امن کے ساتھ احتجاج اور قانونی چارہ جوئی کا سلسلہ جاری رہے ورنہ اندیشہ ہے کہ کہیں ان محنتوں پر پانی نہ پھر جائے جو اس سلسلہ میں کی گئیں۔

۲۔ بورڈ کے اہم ترین اور بنیادی مقاصد میں اصلاحِ معاشرہ کا کام داخل ہے اس سلسلہ میں کوششیں ہوتی رہی ہیں، جلسے بھی اور دورے بھی ہوئے ہیں، جن میں سب سے بڑا عوامی جلسہ اور اجتماع یکم مارچ ۱۹۹۲ء کو پٹنہ کے

www.abulhasanalinadwi.org

گاندھی میدان میں ہوا، جس کی اپنی وسعت اور مقبولیت میں دور دور تک اور دیر دیر تک نظیر نہیں ملتی، لیکن ضرورت ہے کہ اس کے لئے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ہندگیر دورے اور عظیم و وسیع جلسے ہوں، دینی جلسوں اور مساجد کے مواعظ وخطبات کا بھی یہ موضوع بن جائے اور عام زندگی پر اس کا اثر پڑے۔

۳۔ عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اسلامی عائلی قانون کے موضوع پر ایک مستند اور مفصل کتاب تیار کی جائے جو آزاد اور شرعی دار القضا سے لے کر سرکاری عدالتوں تک میں ایک قابلِ اعتماد حوالہ کی کتاب اور فقہی مرجع ہو، انگریزوں نے اپنے دورِ حکومت میں محمڈن لا (MOHAMMADAN LAW) پر مسلمان ماہرین قانون سے کتابیں لکھوائیں، جن میں جسٹس سید امیر علی اور جسٹس عبد الرحیم کی کتابیں خاص طور پر مشہور و مقبول ہوئیں اور وکلاء اور ججوں نے ان پر اعتبار کیا۔

لیکن ضرورت تھی کہ از سرِ نو اور زیادہ محنت، وسیع النظری اور دقیق النظری کے ساتھ ہندوستان کے مستند علماء و ماہرینِ فقہ و حدیث اس کام کو انجام دیں اور ایک ایسی نئی کتاب کی ترتیب عمل میں آئے جو مرجع اور سند کا کام دے۔

اس ضرورت کا احساس سب سے پہلے مسلم پرسنل لا بورڈ کے بانی امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی کو ہوا، جن کو اللہ تعالیٰ نے دور بینی، بیدار مغزی اور حقیقت شناسی اور خطرات کی آگاہی کی دولت سے خاص طور پر بہرہ مند فرمایا تھا، اور اسی بصیرت اور ذہانت و توفیق الٰہی نے ان سے

www.abulhasanalinadwi.org

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل کا کام لیا اور انھوں نے اپنی نگرانی وسرپرستی میں مونگیر میں یہ کام شروع کرا دیا لیکن اس کام کی تکمیل کی نوبت نہیں آئی تھی کہ انھیں سفر آخرت پیش آگیا۔

لیکن مولانا مرحوم کی وفات کے بعد بھی بورڈ اور امارتِ شرعیہ نے اس کام کو جاری رکھا اور ہندوستان کے مستند و ممتاز علماء، ماہرین فقہ اور مفتیانِ عظام نے اپنے مقامات سے سفر کر کے مونگیر اور پٹنہ میں ربیع الاول ۱۴۱۴ھ میں توفیق واعانتِ الٰہی سے یہ کام مکمل کر لیا جس کو فی الحال "اسلام کے عائلی قوانین کی دفعہ وار تدوین" کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے[1]۔

ضرورت ہے کہ اس کتاب کا انگریزی میں بھی ترجمہ شائع ہو تاکہ وکلاء اور جج صاحبان بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں، اور قدیم محمڈن لا کی کتابوں کے قائم مقام ہو اور اس کی ایک سند اور مرجع کی حیثیت ہو۔

حضرات سامعین کرام! اب میں دین کے ایک نمائندہ اور داعی کی حیثیت سے اور "مسلم پرسنل لا بورڈ" کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے آپ سے ایمانی و قرآنی زبان میں کچھ خطاب کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے بغیر یہ شرف جو آپ نے

---

[1] اس تدوینی اور اہم علمی کام میں جن لوگوں نے زیادہ سے زیادہ وقت دیا اور اس کے مستقل شرکاء تھے ان میں مولانا مفتی نعمۃ اللہ، (مفتی امارت شرعیہ) مولانا محمد برہان الدین صاحب سنبھلی (دارالعلوم ندوۃ العلماء) مولانا مفتی احمد علی سعید (دارالعلوم وقف) مولانا ظفیر الدین (دارالعلوم دیوبند) اور مولانا نصر اللہ مفتی امارت شرعیہ کا خاص حصہ ہے، جزوی شرکاء میں مولانا قاضی مجاہد الاسلام (قاضی امارت شرعیہ) مولانا ولی رحمانی (سجادہ نشین خانقاہ رحمانیہ و نگران مجلس و میزبان) ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس عاجز کو بخشا ہے، اور یہ قیمتی وقت جو آپ نے اس موقر مجلس میں شرکت کے لئے دیا ہے، اس کا حق نہیں ادا ہوگا اور اندیشہ ہے کہ اللہ کے یہاں محاسبہ ہو، یہاں پر میں اس عرض داشت کا اعادہ کروں گا جو دہلی کے اجلاس منعقدہ ۲۳، ۲۴، نومبر ۱۹۹۱ء میں کی گئی تھی۔

آپ دیکھئے کہ آپ اسلامی و قرآنی قانون معاشرت کا خود کتنا احترام کرتے ہیں، اس پر خاندانی روایات کو اور رسم و رواج کو کتنی ترجیح دیتے ہیں؟ اس پر اس کا اضافہ کیجئے جو آپ نے اپنے ہم وطنوں سے سیکھا ہے، جہیز کا بڑھا چڑھا مطالبہ ہم میں کہاں سے آیا؟ اس کو کسی نام سے یاد کیا جاتا ہو، یہ چیز کہاں سے آئی؟ مکہ و مدینہ حرمین شریفین سے آئی ہے؟ قرآن مجید کے راستہ سے آئی ہے؟ یہ لعنت کہاں سے آئی؟ جب آپ اس کو قبول کرتے ہیں تو بطور سزا کے آپ کی غیرتِ ملی کو، آپ کے وجودِ ملی کو بار بار نشانہ بنایا جاتا ہے۔

لیکن جب ہم اہلِ حکومت اور برادرانِ وطن سے شکایت کرتے ہیں تو ہمیں آپ سے شکایت کرنے کا حق کیوں نہ ہو؟ ان سے تو شکایت کریں گے اور ان کا دامن پکڑیں گے لیکن آپ کا گریبان پکڑ لیں گے اور وہ ہاتھ ہمارا ہاتھ نہیں ہوگا، وہ دینی احتساب کا ہاتھ ہوگا وہ شریعت کا ہاتھ ہوگا جو آپ کا گریبان پکڑے گا اور کہے گا کہ پہلے تم اپنے گریبان میں منھ ڈال کر دیکھو کہ تم اس قانون پر کتنا چلتے ہو، تمھاری نگاہوں میں اس قانون کی کتنی حرمت ہے؟ تم جہاں اس قانون کو چلا سکتے ہو وہاں چلا رہے ہو کہ نہیں؟ تم تو اپنے گھروں میں اس قانون کو نہ چلاؤ اور حکومت سے مطالبہ کرو کہ وہ تمھارے قانون کی

www.abulhasanalinadwi.org

چلائے اس کا احترام کرے۔

یہاں سے یہ عہد کر کے جایئے کہ اب قانونِ شریعت پر آپ چلیں گے، یہ جہیز کی کیا مصیبت ہے؟ لڑکے والوں کی طرف سے مطالبات کی ایک لمبی چوڑی فہرست پیش ہوتی ہے، شرائط پیش کئے جاتے ہیں، ان کے پورا نہ ہونے پر یہ معصوم لڑکیاں جلا دی جاتی ہیں ملک میں سیکڑوں واقعات پیش آتے ہیں، کیا اس کائنات کے خالق اور نوع انسانی کے مُربّی کو (جس کی مخلوق مرد و عورت دونوں ہیں) یہ چیز گوارا ہو سکتی ہے؟ کیا اس ظلم کے ساتھ کوئی ملک، کوئی معاشرہ پنپ سکتا ہے؟ خدا کی رحمت و نصرت کا مستحق ہو سکتا ہے؟ آپ رحمۃٌ للعالمین کی امت ہیں، آپ کے ہوتے ہوئے دوسروں کو بھی اس کی ہمت نہیں ہوتی چاہئے تھی، میں نے دہلی ہی کے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ	اور خدا ایسا نہ تھا جب تک
وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا كَانَ	تم ان میں تھے انھیں عذاب
اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ	دیتا اور نہ ایسا تھا کہ وہ بخشش
يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ (سورۃ الانفال ۳۳)	مانگیں اور انھیں عذاب دے۔

آپ رحمۃٌ للعالمین کی امت ہیں، آپ کے ہوتے ہوئے ہندوستانی سماج میں، ہندوستان کے معاشرہ اور سوسائٹی میں یہ ظلم ہو، اس کو عقل قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، آپ کے ہوتے ہوئے بھی یہ نہیں ہونا چاہئے تھا چہ جائیکہ آپ کے ہاتھوں ہو، عہد کیجئے کہ آپ اسلامی طریقہ پر، شریفانہ انسانی طریقہ پر

شادی کا پیام دیں گے، آپ لڑکی مانگیں گے، اپنے لئے رفیقۂ حیات کی تلاش کریں گے، بیٹے کے لئے پیام دیں گے، جہیز کے لئے آپ کے بڑھے چڑھے مطالبات نہیں ہوں گے کہ ہمیں یہ ملنا چاہیئے، وہ ملنا چاہیئے لڑکوں کو اوران کے وارثوں اور بزرگوں کو اس کا عہد کرنا چاہیئے کہ ہم اپنے یہاں تو کیا ہم اس ملک سے اس رسم کو ختم کر دیں گے۔

ایسے ہی ترکہ شرعی طریقہ پر تقسیم ہونا چاہیئے، نکاح شرعی طریقہ پر ہو—اور طلاق کا مسنون طریقہ معلوم کرنا چاہیئے، مسنون اور افضل طریقہ کیا ہے، پھر اس کے بعد فقہی طلاق جس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اس کو سمجھنا چاہیئے، یہ بھی جاننا چاہیئے کہ طلاق رجعی کیا ہوتا ہے؟ طلاق بائن مغلظہ کیا ہوتا ہے؟ پھر آپ یہ بھی سمجھیں کہ طلاق اَبغضُ المباحات ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جائز ہے لیکن آخری درجہ کی چیز ہے، بڑی مجبوری کی چیز ہے، جو اپنے کو حرام چیزوں سے اور زندگی کو تلخ بننے سے بچانے کے لئے بہت مجبوری سے دل پر پتھر رکھ کر اختیار کی جاتی ہے، یہ نہیں کہ طلاق ایک فیشن ہو گیا ہے، جو لوگ مسلمانوں کو یہ طعنہ دیتے ہیں اس میں تھوڑی سی ہماری کوتاہی کو بھی دخل ہے، جتنا طعنہ دیتے ہیں اتنے کے مستحق تو ہم ہرگز نہیں ہیں۔[1]

حضرات! اب آپ اس اجلاس سے جو جے پور میں "جامعۂ ہدایت" کے سایہ میں ہو رہا ہے، اپنے اپنے مقامات پر واپس جائیں گے، ضرورت ہے کہ

---

[1] مسلمانوں میں طلاق کی شرح وہ نہیں ہے، جو بیان کی جاتی ہے اس میں مبالغہ اور رنگ آمیزی سے کام لیا جاتا ہے پھر بھی تھوڑی سی بے اعتدالی ضرور ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

آپ جامع پیغام ہدایت بن جائیں اور یہ اجلاس نہ صرف آپ کے عائلی اور خاندانی دائرہ میں کتاب و سنت اور ہدایت ربّانی کے مطابق زندگی گزارنے، اہلِ حقوق کو ان کے حقوق ادا کرنے اور ایک صالح و عادل اور متبع سنت معاشرہ کا نمونہ پیش کرنے کا باعث ہو بلکہ آپ کے ذریعہ آپ کے ہم وطن اور ہم شہر مسلمانوں ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں کے سامنے بھی اسلامی عائلی زندگی اور صالح معاشرہ کا ایک ایسا نمونہ سامنے آئے جس سے ان کو نہ صرف اسلام کی تعلیمات کی قدر اور اعتراف ہو بلکہ اس کی طرف کشش اور انجذاب پیدا ہو۔

وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org